نقض امن میں "ف" سے شروع ہونے والے سات عوامل کا کردار

The Role of Seven Factors Starting with the Letter "ف" in Disruption of Peace.

پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء*

ABSTRACT

According to the certain teachings of al-Qur'ān mentioned at four different places (4:1, 6:98, 7:189 and 39:6), all humans have their origin in a single cell or soul. One of the objectives behind these proclamations is perhaps to ensure that the unity of humanity at large and of the Muslims in particular, is never to be compromised and that the differences existing among them are to be resolved through a process of mutual understanding on the basis of the notions derived from the al-Qur'ān (2:213) and Sunnah. al-Qur'ān and Sunnah acknowledge the human diversity, rather, describe it as a functional aspect of existence, but not as structural. Referring to the Quranic verse 5:48, Allah would have made humanity a single people, but, His plan is to test them in whatever He has given to them, so they should emulate for virtues.

The present article is an attempt to shortly describe the role of the seven crucial factors in disruption of peace, all starting with the Arabic alphabet fā, i.e., Fitnah, the false Fatāwā, Fujūr, Fakhr, Furqah, Fisq and Fasād, with the purpose of developing an overall religious harmony for strengthening the inner and the outer peace. These seven factors play significant role in disturbing the stability of society. The Islamic injunctions also stress that these factors should be avoided in order to live a righteous and peaceful life.

Keywords: *Fitnah; Fatāwā; Fujūr; Fakhr; Furqah; Fisq; Fasād*

* چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف پشاور، پشاور

اختلاف ایک کائناتی سنت اور بشری خاصہ ہے، جس کا ذکر قرآن کریم میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ ان میں سے دو ارشادات ﴿وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً﴾ [۱] اگرچہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امّت بھی بنا سکتا تھا۔ اور ﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾ [۲] مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔ سب سے پہلا اختلاف آدم علیہ السلام کے دو صاحبزادوں قابیل اور ہابیل کے درمیان واقع ہوا تھا، جو ہابیل کے قتل پر منتج ہوا تھا [۳]۔ علماء کرام نے اختلاف کے دو بنیادی اقسام محمود اور مذموم کا بارہا تذکرہ فرمایا ہے۔ اہل ایمان ہمیشہ "تنوع میں وحدت" جبکہ اہل ہوا و بدعت "وحدت میں تنوع" کے درپے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق حقیقی امن و سکون اور ہدایت ان لوگوں کو میسر آتی ہے جو ایمان لا کر اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [۴]

(حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ظلم عظیم [شرک] کے مرتکبین کبھی بھی امن کی نعمت عظمیٰ سے مستفید نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انفرادی سطح پر ذہنی انتشار کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ ایک اللہ کو نہیں، بلکہ بیک وقت کئی جعلی خداؤں کو خوش کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ جو ایک تھکا دینے والا اور ناممکن عمل ہے۔ اختلاف کو تنازعے کی طرف لے جانے اور اسے ذاتی اغراض کے لیے استعمال کرنے میں کئی عناصر کارفرما ہوتے ہیں، جن میں سے فتنہ، فتاویٰ باطلہ، فجور، فخر، فُرقہ، فساد اور فسق کا اہم کردار ہے۔ یہ تمام عوامل عربی حرف ابجد "ف" سے شروع ہوتے ہیں اور قرآن واحادیث مبارکہ میں متعدد مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ جن کی مختصر توضیح ذیل میں کی جا رہی ہے:

ا۔ فتنہ:

فتنہ کے لغوی معنی ابتلاء اورامتحان کے ہیں، عرب کہتے ہیں: "فتنت الفضة والذهب إذا أذبتهما بالنار لتميز الرديء من الجيد" [۵] (یعنی میں نے سونے اور چاندی کو آگ میں پگلایا تاکہ ردی اور اچھے کی تمیز ہو سکے۔)

فرمان باری تعالی ہے:

﴿ يَوْمَ هُمْ عَلَى ٱلنَّارِ يُفْتَنُونَ ﴾(٦) (انہیں قیامت کے دن آگ میں جلایا جائے گا)۔

ابن فارس کا کہنا ہے: فاء، تاء اور نون اصل صحیح ہیں جو کہ ابتلاء اور امتحان پر دلالت کرتے ہیں(٧)۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق: الفتنۃ "امتحان اور اختبار (آزمائش) کو کہتے ہیں، اس کا کثرت سے استعمال ناپسندیدہ آزمائش میں نکلنے میں ہوتا ہے، پھر اس کا استعمال گناہ، کفر، اور قتال و لڑائی، جلانے اور زائل کرنے اور کسی چیز سے ہٹانے پر بھی ہونے لگا" (٨)۔ ابن اعرابی نے فتنہ کے معانی کی تلخیص کرتے ہوئے لکھا ہے امتحان فتنہ ہے اور آزمائش بھی فتنہ ہے اور مال واولاد فتنہ ہے، اور کفر اور **لوگوں کا آراء میں اختلاف بھی فتنہ ہے**، اور آگ کے ساتھ جلانا بھی فتنہ ہے(٩)۔

کتاب وسنت میں فتنہ کے مفاہیم: قرآن حکیم میں فتنہ درج ذیل مفاہیم میں استعمال ہوا ہے:

- ابتلاء و آزمائش:

﴿ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴾(١٠)

(کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ " ہم ایمان لائے" اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟)

- اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا:

﴿ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ ﴾(١١)

(پس اے محمد! تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تم کو فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔)

- عذاب الٰہی:

﴿ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُواْ مِنۢ بَعْدِ مَا فُتِنُواْ ﴾(١٢)

(بخلاف اس کے جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب (ایمان لانے کی وجہ سے) وہ ستائے گئے تو انہوں نے گھر بار چھوڑ دیے، ہجرت کی۔)

- **شرک وکفر:**

﴿وَقَـٰتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِ﴾(۱۳)

(تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔)

- **معاصی ونفاق:**

﴿يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا۟ بَلَىٰ وَلَـٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَٱرْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ ٱلْأَمَانِىُّ﴾(۱۴)

(وہ مومنوں سے پکار پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ مومن جواب دیں گے ہاں، مگر تم نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈالا موقع پرستی کی شک میں پڑے رہے اور جھوٹی توقعات تمھیں فریب دیتی رہیں۔)

- **حق کے باطل سے اشتباہ:**

﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِى ٱلْأَرْضِ وَفَسَادٌ﴾(۱۵)

(جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔)

- **ضلالت وگمراہی:**

﴿وَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ فِتْنَتَهُۥ فَلَن تَمْلِكَ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَمْ يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ﴾(۱۶)

(جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کر سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا۔)

- **عداوت ودشمنی:**

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِى ٱلْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا۟ مِنَ ٱلصَّلَوٰةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ ۚ﴾(۱۷)

(اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو ﴿خصوصاً﴾ جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔)

- لوگوں میں اختلاف اور دلوں کے مخالف

﴿لَوْ خَرَجُوا۟ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا۟ خِلَٰلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ ٱلْفِتْنَةَ﴾(۱۸)

(اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔ وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے۔)

- جنون و پاگل پن:

﴿بِأَييِّكُمُ ٱلْمَفْتُونُ﴾(۱۹)

(کہ تم میں سے کون جنون میں مبتلا ہے۔)

- آگ سے جلانا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَتَنُوا۟ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا۟ فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ ٱلْحَرِيقِ﴾(۲۰)

(جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور عورتوں پر ظلم و ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کی سزا ہے۔)

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ لفظ فتنہ کی اضافت اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی طرف یا اپنے کسی نبی کی طرف کرے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ﴿إِنْ هِىَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَآءُ وَتَهْدِى مَن تَشَآءُ﴾(۲۱) تو اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کا خیر و شر اور نعمتوں یا مصائب کی وساطت سے امتحان لے گا، جبکہ مشرک کے فتنوں، مؤمن کے مال و اولاد اور پڑوس والے فتنوں، اہل اسلام میں رونما ہونے والے فتنوں، اور اہل اسلام کے آپس کے لڑائیوں کے فتنوں کے رنگ اور ہیں(۲۲)۔ کتب احادیث میں کتاب الفتن کے عنوان سے بہت سے فتنوں کا تذکرہ ملتا ہے، جنہیں علماء کرام نے علامات قیامت کے آغاز کے طور پر شمار کیا ہے، نقض امن کے سبب بننے والے بعض انفرادی اور اجتماعی فتنوں کا تعلق انہی فتنوں سے ہے۔

۲۔ فتویٰ

ابن فارس کے مطابق فاء، تاء اور ی کے دو بنیادی معنی ہیں: تازہ اور جدید اور کسی چیز کا حکم معلوم کرنا۔(۲۳) ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے معنی بیان کرتے ہیں: فتیٰ کے معنی نوجوان کے ہیں، اس کی مؤنث فتاۃ اور مصدر فتاء آتا ہے۔ کنایۃً غلام اور لونڈی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تُراوِدُ فَتاها عَنْ نَفْسِهِ﴾ والفتيا والفَتْوَى: الجواب عمّا يشكل من الأحكام" (۲۴)۔ کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو فتویٰ یا فتیا کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ان یہود و نصاریٰ کی مذمت کی گئی، جنہوں نے احبار و رہبان کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل فتوے فتنوں کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں، جیسے فرمایا گیا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۡهُ ءَايَٰتٌ مُّحۡكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٌۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنۡهُ ٱبۡتِغَآءَ ٱلۡفِتۡنَةِ وَٱبۡتِغَآءَ ﴾(۲۵)

(وہی اللہ ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری۔ اس کتاب میں سے بعض آیات محکم (اپنی مراد میں واضح ہیں) ہیں اور یہی کتاب کی اصل آیات ہیں، اور دیگر متشابہات ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ انہی متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (لوگوں میں) فتنہ اور (غلط) مطلب پھیلانے کے لئے۔)

فتویٰ دینے کا عمل انتہائی ذمہ داری، گہری بصیرت و علم اور اخلاص کا متقاضی ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ»(۲۶)

"جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر پڑے گا۔"

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا

جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» (۲۷)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے درمیان سے کھینچ لے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا حتیٰ کہ جب ایک عالم حق کو بھی نہ باقی نہ چھوڑیں گے تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور انہیں سے مسائل معلوم کیا کریں گے وہ علم کے بغیر انہیں فتویٰ دیں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

عصر حاضر میں فتویٰ کو منظم کرنے اور مسلکی تعصبات سے دور رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کا حقیقی اسلامی جذبے کے ساتھ احیاء کرے۔ اور لجنۃ کبار العلماء قائم کرکے انہیں تلقین کرے کہ وہ کسی خاص مسلک کی قید کے بغیر راجح دلیل، آسانی، عرف عام اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ دیں۔ مزید برآں قومی میڈیا کو بتا دیا جائے کہ وہ فتاویٰ کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرے اور نہ ہی اس سے غلط اور بے بنیاد نتائج نکالے۔

۳۔ فجور

ابن فارس کہتے ہیں: "فاء، جیم اور راء کا بنیادی ایک ہی مطلب ہے: کسی چیز میں کھلنا۔ اور اسی سے فجر آتا ہے یعنی صبح کی روشنی کا رات کی تاریکی میں نکلنا۔ اور اسی سے انفجر الماء یعنی پانی کا نکلنا بھی ہے۔ اور فجرۃ پانی نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ پھر اس کا استعمال معاصی میں جھانکنے اور کھلنے کے لئے ہونے لگا، جس کو فجور کہتے ہیں۔ اور جھوٹ کو بھی فجور کہتے ہیں۔ پھر یہ استعمال بڑھ گیا یہاں تک کہ حق سے انحراف کرنے والے ہر شخص کو فاجر کہا جانے لگا" (۲۸)

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کرنے کے ہیں۔ فجور کے معنی دین کی پردہ دری کے ہیں۔ فجریفجرفجورا۔ فاجر معنی بدکار اور اس کی جمع فجار اور فجرۃ آتی ہے۔ اور کبھی کبھی جھوٹ بولنے پر فجور کا اطلاق کیا جاتا ہے، کیونکہ جھوٹ فجور کی ایک قسم ہے۔ اور دعائے قنوت میں فجور سے ایک معنی جھٹلانے کے بھی مراد ہیں۔ (۲۹)

علی بن محمد جرجانی (متوفیٰ ۸۱۶ھ) فجور کے اصطلاحی معنی ذکر کرتے ہیں:

الْفُجُورُ هُوَ هَيْئَةٌ حَاصِلَةٌ لِلنَّفْسِ بِهَا يُبَاشِرُ أُمُورًا عَلَى خِلَافِ الشَّرْعِ وَالْمُرُوءَةِ (۳۰)

فجور، نفس کو حاصل اس ہیئت اور حالت کا نام ہے، جس کے بسبب وہ خلاف شرع اور خلاف مروت امور کا ارتکاب کرے۔

قرآن مجید میں اس کا اطلاق کبھی تقویٰ کے مقابلے میں کیا گیا ہے:

﴿ أَمْ نَجْعَلُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ كَٱلْمُفْسِدِينَ فِى ٱلْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ ٱلْمُتَّقِينَ كَٱلْفُجَّارِ ﴾ (۳۱)

(کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک اعمال کرتے ہیں اور ان کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کر دیں؟ کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں؟)

اور کبھی نیکی کے مقابلے میں کیا گیا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝١٣ وَإِنَّ ٱلْفُجَّارَ لَفِى جَحِيمٍ ﴾ (۳۲)

(یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے۔ اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔)

کبھی اس کا اطلاق روشن چہرے والوں کے مقابلے میں آتا ہے:

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَفَرَةُ ٱلْفَجَرَةُ ﴾ (۳۳)

(اس دن بہت سے چہرے روشن ہونگے۔ ہنستے ہوئے اور خوشیاں مناتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے۔ ان پر ذلّت چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کافر (منکر) اور فاجر (نافرمان) ہیں۔)

امام ماوردی (متوفیٰ ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

"اس آیت میں کفر اور فجور کو جمع کیا گیا ہے: **أنهم الكفرة في حقوق الله الفجرة في حقوق العباد**" (۳۴) یعنی حقوق اللہ کے معاملے میں کافر تھے، اور حقوق العباد کے حوالے سے فاجر تھے۔ اور قرآن مجید میں کفر اور فجور ان دونوں صفات کو اکٹھا ذکر کیا گیا مثلاً آیت کریمہ سورہ نوح کی آیت ۲۷: ﴿ وَلَا يَلِدُوٓا۟ إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴾ أي فاجرًا في

الْأَعْمَالِ كَافِرَ الْقَلْبِ (۳۵) "اور کسی نافرمان اور سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔یعنی اعمال کے اعتبار سے فاجر اور دل سے انکار کرنے والے"۔

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے؛

«.... وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ...» (۳۶)

تم اپنے آپ کو جھوٹ بولنے سے باز رکھو کیونکہ جھوٹ بولنا فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور وفاجر کو دوزخ کی آگ میں دھکیلتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ: بِضَمِّ الْفَاءِ أَيِ: الْمَيْلِ عَنِ الصِّدْقِ وَالْحَقِّ وَالِانْبِعَاثِ فِي الْمَعَاصِي، وَهُوَ أَظْهَرُ لِلْمُقَابَلَةِ بِالْبِرِّ (۳۷)

فجور، سچائی اور حق سے انحراف اور معصیت میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔اور اس حدیث میں بر (یعنی نیکی) کے مقابلے میں ہونا ظاہر ہے۔

ملا علی قاری حدیث مبارکہ (وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ) کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"أَيْ شَتَمَ وَرَمَى بِالْأَشْيَاءِ الْقَبِيحَةِ" (۳۸)

لڑتے وقت گالیاں دیتا ہے، اور بے ہودہ زبان استعمال کرتا ہے۔

اگر اسلامی آداب اختلاف و اخلاق حسنہ کو ملحوظ خاطر رکھ کر تقاریر میں شعلہ بیانیوں اور گالم گلوچ کی بجائے دلیل کی زبان استعمال کی جائے تو داخلی اور خارجی امن کا راستہ ہموار ہو سکتا ہے۔

۴۔ فخر

ابن منظور کے مطابق تفاخر تعاظم اور تفخر تکبر کو کہتے ہیں:

والتفاخُرُ: التَّعَاظُمُ. والتَّفَخُّرُ: التَّعظُّمُ وَالتَّكَبُّرُ (۳۹)

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ (۴۰)

(لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔)

حدیث میں فرمایا گیا ہے:

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ رَجُلٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ » (۴۱)

وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا اور وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا۔

فخر و غرور اور تکبر اس وقت بربادی کا باعث بنتے ہیں، جب دوسرے انسانوں کو ہیچ اور حقیر سمجھا جائے۔ سب سے خطرناک صورت حال اس وقت پیدا ہو جاتی ہے جب حق کا اثبات آدمی کو اپنی انا توڑنے کے مترادف لگنے لگے۔ قرآن مجید میں تکبر کا یہ پہلو کئی مواقع پر زیر بحث آیا ہے۔ بندگی اور سر تسلیم خم کرنا تکبر کی ضد ہے۔ بندگی صرف اللہ کے آگے سر جھکانے، اطاعتِ رسول کرنے اور اعترافِ خطا کا نام ہے، جبکہ تکبر ہوا پرستی اور طاغوت پرستی ہے۔

۵۔ فسق

ابن فارس کہتے ہیں:

(فَسَقَ) الْفَاءُ وَالسِّينُ وَالْقَافُ كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ الْفِسْقُ، وَهُوَ الْخُرُوجُ عَنِ الطَّاعَةِ. تَقُولُ الْعَرَبُ: فَسَقَتِ الرُّطَبَةُ عَنْ قِشْرِهَا: إِذَا خَرَجَتْ . إِنَّ الْفَأْرَةَ فُوَيْسِقَةٌ، وَجَاءَ هَذَا فِي الْحَدِيثِ۔ (۴۲)

فاء، سین اور قاف یعنی فسق اور یہ اطاعت سے نکلنے کو کہتے ہیں۔ فسقت الرطب عرب اس وقت کہتے ہیں' جب کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئے۔ اور حدیث میں چوہیا کو فُوَیسِقۃ کہا گیا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے فسق کے لغوی اور اصطلاحی دونوں معانی ذکر کئے ہیں:

فَسَقَ فلان: خرج عن حجر الشّرع، وذلك من قولهم: فَسَقَ الرُّطَبُ،

إذا خرج عن قشره، وهو أعمّ من الكفر. والفِسْقُ يقع بالقليل من الذّنوب وبالكثير، لكن تعورف فيما كان كثيرا، وأكثر ما يقال الفَاسِقُ لمن التزم حكم الشّرع وأقرّ به، ثمّ أخلّ بجميع أحكامه أو ببعضه، وإذا قيل للكافر الأصليّ: فَاسِقٌ، فلأنّه أخلّ بحكم ما ألزمه العقل واقتضته الفطرة، قال الله تعالى: فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ (۴۳)

فسق فلان کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکلنے کے ہیں۔ اور یہ عربوں کے اس قول ' فسق الرطب ' سے ماخوذ ہے: جب کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئے اور فسق کا مفہوم کفر سے عام ہے۔ کیونکہ فسق کا اطلاق چھوٹے اور بڑے سب گناہوں پر ہوتا ہے 'اگرچہ بڑے گناہوں پر اس کا اطلاق معروف ہے۔ اور اکثر فاسق کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے 'جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد سارے یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔ اور حقیقی کافر کو بھی فاسق کہا جاتا ہے: کیونکہ وہ اس حکم کا انکار کرتا ہے 'جس کا ماننا عقل لازم کرتی ہے اور فطرت (سلیمہ) تقاضا کرتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: اور وہ (شیطان) اپنے رب کے حکم سے باہر ہو گیا۔

جرجانی فاسق کی تعریف یوں ذکر کرتے ہیں:

الفاسق: من شهد ولم يعمل واعتقد (۴۴)

فاسق وہ ہے جو گواہی تو دے مگر اس کا عقیدہ اور عمل اس کے خلاف ہو۔

فسق کی شناعت کے لئے قرآن مجید کا ایک ہی جملہ کافی ہے:

﴿بِئْسَ ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَٰنِ﴾ (۴۵)

(ایمان کے بعد فاسق ہونا برا نام ہے۔)

قرآن مجید میں فسق کا اطلاق درج ذیل معانی میں کیا گیا ہے۔

<u>شریعت کے بتلائے ہوئے قول و فعل میں تبدیلی کرنا:</u>

﴿ فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ قَوْلًا غَيْرَ ٱلَّذِى قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ رِجْزًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ﴾ (۴۶)

پس ظالموں نے اس قول کو جو ان کو کہا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ اور لفظ کہنا شروع کیا، پس ہم نے (ان) ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ (اطاعت کے دائرے سے) نکلے ہوئے تھے۔

حرام اشیاء سے اجتناب نہ کرنا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ﴾(۴۷)

(تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر، یا چوٹ کھا کر، یا بلندی سے گر کر، یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔ نیز یہ بھی تمہارے لیے ناجائز ہے کہ پانسوں کے ذریعہ سے اپنی قسمت معلوم کرو۔ یہ سب افعال فسق ہیں۔)

امام نسفی ذلکم فسق کے متعلق فرماتے ہیں:

ويحتمل أن يعود إلى كل محرم في الآية(۴۸)

اور ذلکم میں مذکورہ تمام حرام اشیاء کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ کی کتاب کو حکم نہ بنانا:

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(۴۹)

(اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔)

اور اسی طرح فسق: گناہ 'لواطت' پاکدامن عورتوں کو بدنام کرنا' شرک 'نفاق' بے اعتقادی وغیرہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»(۵۰)

"جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس نے نہ فحش بات کی اور نہ گناہ کا مرتکب ہوا تو اس دن کی طرح (گناہ سے پاک وصاف) ہو گا جس دن سے اس کی ماں نے جنا تھا۔

قَالَ السُّيُوطِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – الرَّفَثُ يُطْلَقُ عَلَى الْجِمَاعِ، وَعَلَى التَّعْرِيضِ، وَعَلَى الْفُحْشِ فِي الْقَوْلِ، وَهُوَ الْمُرَادُ هُنَا.... وَقِيلَ الرَّفَثُ فِي الْحَجِّ إِتْيَانُ النِّسَاءِ، وَالْفُسُوقُ السِّبَابُ۔وَقَالَ ابْنُ الْمَلَكِ الرَّفَثُ الْفُحْشُ مِنَ الْقَوْلِ، وَكَلَامُ الْجِمَاعِ عِنْدَ النِّسَاءِ وَالْفِسْقُ هُوَ الْخُرُوجُ عَنْ حَدِّ الِاسْتِقَامَةِ يَعْنِي الْعِصْيَانَ۔ (۵۱)

رفث کا اطلاق جماع، کنایۃً جماع کی باتیں، اور بے حیائی کی باتوں پر ہوتا ہے، اور یہاں یہی مراد ہے۔....ایک قول یہ ہے: کہ رفث حج کے درمیان (جماع کی نیت سے) عورت کے پاس آنا ہے اور فسوق گالی گلوچ کو کہتے ہیں۔ابن الملک کے نزدیک: رفث بے حیائی کی باتوں، اور عورتوں کے ساتھ جماع کی باتوں کو کہا جاتا ہے اور فسق استقامت کے دائرے سے نکلنے کو کہتے ہیں یعنی نافرمانی کو"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»(۵۲)

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

قَالَ الْأَكْمَلُ: الْفُسُوقُ لُغَةً الْخُرُوجُ زِنَةً وَمَعْنًى، وَشَرْعًا هُوَ الْخُرُوجُ عَنِ الطَّاعَةِ (۵۳)

فسوق لغت میں خروج یعنی نکلنے کو کہتے ہیں اور شرعاً اللہ کی اطاعت سے نکلنے کا نام ہے۔

آنحضرت ﷺ نے قرب قیامت کے حالات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

«إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دِوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخَمْرُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا ؛ فَارْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ» (۵۴)

جب مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھا جائے گا امانت مال غنیمت بن جائے گی، زکوٰۃ ٹیکس سمجھا جانے لگے گا، علم کا حصول غیر دین کے لئے ہو گا، انسان اپنی بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان ہو جائے گا، دوست کے ساتھ وفا اور باپ کے ساتھ بے وفائی کرے گا، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی، قبیلے کی سرداری فاسقوں کے ہاتھوں میں آجائے گی ،ذلیل شخص قوم کا رہبر بن جائے گا اور کسی شخص کو اس کے شر سے ڈرتے ہوئے قابل تعظیم سمجھا جائے گا، گانے والی لڑکیاں اور گانے بجانے کا سامان رواج پکڑ جائیں، شراب پی جائے گی اور امت کے آخری لوگ گزرے ہوؤں پر لعن طعن کریں گے تو پھر وہ لوگ سرخ آندھی، زلزے، خسف، چہرے کے بدلنے اور آسمان سے پتھر برسنے کے عذابوں کا انتظار کریں اس وقت نشانیاں اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی پرانی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے گرنے لگیں۔

فسق انسانی فکر و نظر کے بگاڑ کا باعث بنتا ہے جس کے نتیجے میں وہ افراط و تفریط کا شکار ہو کر کبھی أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى (۵۵) کا نعرہ لگاتا ہے اور کبھی خود کو انسانیت سے بھی گرا کر اپنی ہی جیسی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس ذہنی کیفیت کا نقشہ سورۃ الاعراف میں أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (۵۶) کی صورت میں کھینچا ہے۔انسانی حقوق کے نام پر فسق و فجور اور محرمات کا ارتکاب یقیناً بے امنی کا باعث بنتا ہے، امن کا نہیں۔

۶۔فُرقہ(افتراق)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرق اور فلق قریب المعنیٰ ہیں ،لیکن انشقاق یعنی پھٹ جانے کے اعتبار سے فلق بولتے ہیں اور انفصال یعنی جدا اور الگ ہونے کے اعتبار سے فرق کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ﴾ (۵۷) (جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو جدا کر دیا۔)

فرق (فاء کے زیر کے ساتھ) الگ ہونے والے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور اسی سے لوگوں کی علیحدہ جماعت کو فرقہ کہتے ہیں۔(قریب المعنیٰ ہونے کی وجہ سے) فرق الصبح اور فلق الصبح دونوں کہتے ہیں،اور قرآن مجید نے بھی دونوں کو ایک ہی آیت میں ذکر کیا ہے:

﴿فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ (۵۸)

(پس دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی مانند تھا)۔

اور 'فریق' دوسروں سے الگ جماعت کو کہتے ہیں۔ فرقت بین الشیئین کہتے ہیں کہ میں نے دونوں چیزوں کو جدا کر دیا' خواہ وہ جدائی بظاہر نظر آتی ہو' یا اس کا تعلق بصیرت (بظاہر نظر نہ آنے) سے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَالْفَرِقَاتِ فَرْقًا﴾ (۵۹) (پھر (ان کو) پھاڑ کر جدا کرتی ہیں۔)

یہاں فارقات سے وہ فرشتے مراد ہیں' جو مطابق حکمِ الٰہی اشیاء (حق اور باطل کے درمیان یا بادلوں) کو جدا کرتے ہیں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو "فاروق" بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں، کہ وہ حق اور باطل کے مابین جدائی کرنے والے تھے۔ (اور چیز جب علیحدہ ہو جائے تو واضح ہو جاتی ہے' اسی مناسبت سے مجازاً) قُرْآنًا فَرَقْنَاهُ (۶۰) کا مطلب ہے: اور ہم نے قرآن میں احکام کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ فرق (فاء اور راء دونوں کے زبر کے ساتھ) کے معنی خوف کی وجہ سے دل کے پراگندہ ہونے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ﴾ (۶۱)

وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل میں تو وہ ایسے لوگ ہیں جو تم سے خوف زدہ ہیں۔

ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۶۰۶ھ) نے فرق کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں: فرق (راء کی حرکت کے ساتھ) اس برتن کو کہتے ہیں' جس میں سولہ رطل یا تین صاع پانی آتا ہے۔ فرق کبھی گھبراہٹ اور خوف اور کبھی ظاہر اور نمایاں ہونے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ بعض کے نزدیک تفرق اور افتراق ایک ہی چیز ہے' لیکن بعض نے بایں فرق کیا ہے: کہ تفرق ابدان میں جدائی اور افتراق کلام میں جدائی کے لئے آتا ہے۔ فریقة اس چھوٹے ریوڑ کو کہا جاتا ہے' جو بڑے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے اور فریقة دودھ میں پکائی ہوئی کھجور کو بھی کہتے ہیں۔ افرق المریض اس وقت کہتے ہیں: جب مریض کو افاقہ ہو جائے۔ (۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کے مطابق فتنے رونما ہوں گے، انہی فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ جس سے آج امت محمدیہ دوچار ہے، وہ فتنہ افتراق واختلاف ہے۔ اور یہی وہ بنیادی چیز ہے، جس سے قرآن مجید نے ہمیں بار بار منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ ﴾(۶۳)

(اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھامنا اور فرقہ واریت سے بچنا۔)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بِحَبۡلِ ٱللَّهِ کا ایک مطلب مؤمنوں کی جماعت کا کیا ہے کہ اس کو مضبوطی سے تھامو۔ ﴿ وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ ﴾(۶۴) (کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے جنہوں نے یہ روش اختیار کی وہ اس روز سخت سزا پائیں گے) میں اہل کتاب کی اس روش کو اپنانے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔ آج وہ فروعی اختلافات جس کو علماء اور فقہاء بنابر بعض روایات اپنی کتابوں میں امت کے لئے رحمت بتاتے چلے آئے ہیں، امت نے تفرقہ اور جنگ وجدال کا سبب بنا کر اسے زحمت بنا دیا ہے۔ ہر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد، خانقاہ، مدرسہ بنا کر ﴿ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ ﴾(۶۵) کا مصداق بنا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ تو وہ امت تھی جس کو قرآن مجید نے ﴿ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ ﴾(۶۶)، ﴿ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ ﴾(۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدن سے تعبیر کیا ہے کہ اگر اس کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا بدن بے آرام ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جس فعل سے بھی مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو اگر کوئی زک پہنچتی تھی، اسلام نے اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جیسے: غیبت، تہمت وغیرہ۔ اگر شریعت کے فلسفے کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کے لئے شریعت نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا: باجماعت نمازیں، منیٰ، مزدلفہ، عرفات ایک ہی لباس زیبِ تن کئے ہوئے، میدان جہاد میں بجائے دو جماعتوں کے ایک امام کے پیچھے اقتداء کرنا، ایک دوسرے کے ساتھ احسان کی ترغیب، مالداروں کا غریبوں کو زکوۃ وصدقات دینا، ایک دوسرے کو سلام میں پہل کرنا، تیمارداری الغرض شریعت میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ پر آج امت نے نماز جیسی عبادت کو یگانگت اور وحدت کی بجائے دیوبندی بریلوی، مقلد غیر مقلد، حنفی شافعی کے اختلافات کی بھینٹ چڑھا کر فرقہ واریت کا سب سے بڑا ذریعہ بنا دیا ہے۔ دیگر عبادات ومعاملات کو اسی پر قیاس کیا جائے۔

قرآن کریم کی روشنی میں فرقہ بندی کی مذمت:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ (۶۸)

(اور بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔)

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍۚ إِنَّمَآ أَمۡرُهُمۡ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ﴾ (۶۹)

(جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی جماعتیں بن گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں اس کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی انہیں بتلائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے)

﴿وَلَا تَكُونُواْ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝٣١ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾ (۷۰)

(اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ، جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے خوش ہے۔)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (۷۱) کی تفسیر میں اسے مجمع علیہا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَصَّى اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ، عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، بِالِائْتِلَافِ وَالْجَمَاعَةِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الِافْتِرَاقِ وَالِاخْتِلَافِ (۷۲) (تمام پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے اتحاد اور جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور انہیں افتراق اور اختلاف کرنے سے منع کیا ہے۔)

احادیث نبویہ کی روشنی میں فرقہ بندی کی مذمت:

«عَلَيْكُمْ بِالجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الجَنَّةِ فَلْيَلْزَمُ الجَمَاعَةَ» (۷۳)

جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان ایک (اکیلے) کے ساتھ جبکہ دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے جو شخص جنت کا وسط چاہتا ہے اس کے لئے جماعت سے وابستگی لازمی ہے۔

لزوم جماعت پر احادیث 'مؤمنوں کی جماعت سے نکلنے پر وعیدات' ان کے اتحاد میں دراڑ ڈالنے والے کو قتل کرنا اور مسلمانوں کے خلیفہ اور امام کے خلاف خروج اور بغاوت کی مذمت پر روایات ان گنت ہیں۔ اسلام جس جاہلیت کو مٹانے آیا تھا اور جس بدبو کو معاشرے سے پرے پھینکنے آیا تھا' افسوس کہ آج سب سے زیادہ مسلمان ہی اس کا شکار ہیں' آج ایک دوسرے کے خلاف کیا کیا نعرہ بازی نہیں کی جاتی اور اسی چیز نے امت مسلمہ کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنگ میں تھے اور سفیان نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو مہاجرین میں سے ایک نے ایک انصاری کو مارا، انصاری نے پکار کر کہا کہ اے جماعت انصار! اور مہاجر نے پکار کر کہا کہ اے جماعت مہاجرین! رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا، تو فرمایا: یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو مارا، تو آنحضرت نے اسی چیز کی بیخ کنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ» (۷۴) (جاہلیت کی اس پکار کو چھوڑو، یہ بدبودار کلمہ ہے۔)

۷۔ فساد

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فساد کسی چیز کا حد اعتدال سے نکلنے کو کہتے ہیں' خواہ وہ نکلنا کم ہو یا زیادہ۔ اور اس کا متضاد 'صلاح' ہے۔ اور اس کا استعمال ہر اس نفس' بدن اور شئ پر ہوتا ہے' جو حد استقامت سے نکل چکا ہو۔

مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں: فسد بروزن نصر (عین کے فتح) اور کرم (عین کے ضمہ) آتا ہے۔ فسد یفسد فسادا وفسودا فهو فاسد وفسيد۔ اور (باب انفعال سے) انفسد نہیں سنا گیا۔ فساد کہتے ہیں: کسی کا مال زیادتی اور ظلم سے لینا' قحط۔ 'مفسدہ' کا متضاد 'مصلحت' ہے۔ اور تفاسدو کے معنی ہیں: انہوں نے صلہ رحمی قطع کی۔ (۷۵)

قرآن مجید نے خشکی اور تری میں فساد کا سبب انسانوں کے اعمال بتائے ہیں:

﴿ ظَهَرَ ٱلۡفَسَادُ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعۡضَ ٱلَّذِي عَمِلُواْ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ﴾ (۷۶)

(خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزہ چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آئیں۔)

حدیث میں بھی اعمال کے فاسد ہونے کی بنیادی وجہ ایک لوتھڑے کا فاسد ہونا ہے' جس کو قلب (دل) کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

«أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ» (۷۷)

گاہ رہو جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا ہی بدن بگڑ گیا آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔

آج دل بگڑ چکے ہیں' اور اسی بگاڑ نے مسلم معاشرہ کی ہر چیز کو بگاڑ دیا ہے۔ دیگر اقوام میں اور مسلمانوں میں ماحول کو صاف رکھنے کا ایک آسان سا موازنہ کیا جائے' تو فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہو گا' حالانکہ ہم میں سے ہر کوئی صفائی نصف ایمان کا راگ دن رات میں سینکڑوں بار الاپتا رہتا ہے۔ عقیدہ اور عمل میں بگاڑ' اخلاق کی بے اعتدالی' معاملات میں بے اعتدالی الغرض آج کے مسلمانوں کی سوسائٹی فساد اور بگاڑ کا ایک نمونہ بن چکی ہے اور یہ گویا کہ ان کے خمیر کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ حالانکہ اگر شریعت کی روح کو دیکھا جائے تو دین اسلام نے وہ سارے دروازے مسدود کر دئے ہیں' جس سے معاشرے میں انفرادی یا اجتماعی بگاڑ کا اندیشہ ہو۔ حدود و تعزیرات کے ذریعے جرائم کی روک تھام' بے حیائی کی روک تھام کے لئے زنا کے اسباب پر قدغن' مرد وزن کے بے لگام اختلاط کی ممانعت' قانون میراث کے ذریعے ہر حق دار کو اس کا حق دینا' معاملات میں معمولی شبہ کی بنا پر بیع پر باطل اور فسخ کے احکام اور اس قسم کی بیسیوں مثالیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام نے ایک صالح معاشرے کے قیام کے لئے زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔

قرآن کریم کی روشنی میں مذمت فساد:

ارتکاب شرک فساد عالم کا سبب ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾ (۷۸)

(اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ رب العرش ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔)

جبکہ حق یا اہل حق کا لوگوں کی خواہشات پر چلنا عالم کے بگاڑ کا سبب ہے:

﴿ وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَٰهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ ﴾ (۷۹)

(اور حق اگر کہیں ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا نہیں، بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذکر ان کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔)

ہر زمانے میں علم جہاد فی سبیل اللہ بلند کرنا دنیا کو فساد سے بچانا ہے:

﴿ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ ٱللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُۥدُ جَالُوتَ وَءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُۥ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ ٱلْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ (۸۰)

(آخر کار اللہ کے اذن سے انھوں نے کافروں کو مار بھگایا اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا، اس کو علم دیا اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا، تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔)

اصلاح وفساد کی وہی تعریف درست ہوگی جس کو قرآن وسنت نے اصلاح و فساد قرار دیا ہے'وگرنہ بہت سے دعویدار جو زبان سے اصلاح کا دعوی کرتے ہیں' حالانکہ درحقیقت وہی فسادی ہیں:

مذمت فساد احادیث نبویہ کی روشنی میں:

«إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَيَرْجِعُ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي» (۸۱)

بے شک دین کی ابتداء بھی اجنبیت سے ہوئی اور وہ اجنبیت کی طرف دوبارہ لوٹے گا۔ پس غریبوں کے لئے خوشخبری ہے جو اس چیز کو صحیح کرتے ہیں جسے لوگوں نے میری سنت میں سے میرے بعد بگاڑ دیا۔

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں امن کی اصطلاح 'جنگ' کے مقابلہ میں زیادہ استعمال ہوتی ہے اور جنگ کو 'عدم امن'، ہی نہیں بلکہ 'مغائرِ امن' سمجھا جاتا ہے یعنی مشروع جنگ [جہاد فی سبیل اللہ] اور سزا [حدود] کے ذریعے امن کا حصول بعض دانشوروں کے مطابق ایک نامعقول تصور ہے جبکہ عملی دنیا میں آج کل اس کی دوسری انتہا 'امن کا قیام بذریعہ جنگ' دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کا گویا نعرہ بن چکا ہے اور جسے بین الاقوامی ادارۂ امن یعنی اقوام متحدہ کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان قرآن و سنت کا تصور امن بڑا متوازن اور مبنی بر عدل ہے جو امن کو ایمان و علم و عمل اور اخلاص کے ساتھ مشروط کرتے ہیں، اور حقیقی امن و امان کے قیام کی خاطر جنگ کی مشروط اجازت دیتے ہیں البتہ حتی الامکان جنگ سے گریز اور صلح کی راہ کو پسند کرتے ہیں۔

اسلامی تصور امن گویا کہ عدم خوف کی حالت اور تحفظ جان و مال و عزت و آبرو کی ضمانت دیتا ہے جبکہ عصری تصور امن دشمن کو جڑ سے اکھاڑنے کے فلسفے پر عمل پیرا ہے جو ناممکن اور ایک موہوم خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدال و فساد آئے دن بڑھتا جا رہا ہے اور خون ریزی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ تمام فتنوں سے بچاؤ کا حل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی عظمت قرآن والی حدیث اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں یوں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھاما جائے۔ تقویٰ اختیار کر کے وحدت امت کو توڑنے کی کوشش نہ کی جائے اور سنت رسول و سنت خلفاء راشدین کو مضبوطی سے پکڑ کر محدثات امور سے بچا جائے۔ ان شاء اللہ حقیقی امن نصیب ہو جائے گا۔

حواشی وحوالہ جات

۱) سورۃ النحل:۹۳

۲) سورۃ ہود:۱۱۸

۳) سورۃ المائدہ:۲۷۔۳۱

۴) سورۃ الانعام:۸۲

۵) ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر،، بیروت، ص:۱/۳۱۷

۶) سورۃ الذاریات:۱۳

۷) أحمد بن فارس بن زکریاء القزوینی الرازی، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، ص :۴/۴۷۲

۸) ابن الاثیر، النہایۃ فی غریب الحدیث بیروت، ۱۹۷۹ ،ص:۳/۴۱۰

۹) لسان العرب، ص:۱/۳۱۷

۱۰) سورۃ العنکبوت:۲

۱۱) سورۃ المائدۃ:۴۹

۱۲) سورۃ النحل:۱۱۰

۱۳) سورۃ الانفال:۱۹۳

۱۴) سورۃ الحدید:۱۴

۱۵) سورۃ الانفال:۷۳

۱۶) سورۃ المائدۃ:۴۲

۱۷) سورۃ النساء:۱۰۱

۱۸) سورۃ التوبۃ:۴۷

۱۹) سورۃ القلم:۶

۲۰) سورۃ البروج:۱۰

۲۱) سورۃ الانفال:۱۵۵

۲۲) ابن قیم الجوزیہ، زادالمعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۸، ص: ۳/ ۱۷۰،

۲۳) معجم مقاییس اللغۃ، ص:۴/۴۷۳

۲۴) راغب اصفہانی، مفردات القرآن، دار المعرفۃ، ۲۰۰۸

۲۵) سورۃ آل عمران:۷

۲۶) ابوداود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، ص:۳/۳۲۱

۲۷) محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، المحقق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ (مصورۃ عن السلطانیۃ بإضافۃ ترقیم محمد فؤاد عبد الباقی) الطبعۃ: الاولی، ۱۴۲۲ھ، ص: ۱ /۳۱

۲۸) معجم مقاییس اللغۃ، ص:۴/۴۷۵

۲۹) اصفہانی، راغب، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیۃ، دمشق، بیروت، ص:۱/۶۲۵

۳۰) الجرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان الطبعۃ: الاولی ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳م، ص:۱/۱۶۵

۳۱) سورۃ ص:۲۸

۳۲) سورۃ الانفطار:۱۳۔۱۴

۳۳) سورۃ عبس:۳۸-۴۲

۳۴) ابوالحسن الماوردی، النکت والعیون، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص:۶/۲۱۰

۳۵) محمد بن اسماعیل ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، بیروت، ص:۸/۲۳۷

۳۶) مسلم بن الحجاج القشیری، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ص:۴/۲۰۱۳، رقم:۲۶۰۷

۳۷) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح: باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، بیروت، ۲۰۰۲

۳۸) ایضا

۳۹) لسان العرب، ص:۵/۴۸

۴۰) سورۃ لقمان:۱۸

۴۱) أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام أحمد بن حنبل المحقق: شعیب الارنؤوط، عادل مرشد، وآخرون: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولی، ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱م، ص:۷/۶۰، رقم:۳۹۴۷

۴۲) معجم مقاییس اللغۃ، ص:۴/۵۰۲

۴۳) المفردات في غریب القرآن، ص: ۶۳۶

۴۴) کتاب التعریفات، ص:۱/۱۶۴

۴۵) سورۃ الحجرات: ۱۱

۴۶) سورۃ البقرۃ: ۵۸۔۵۹

۴۷) سورۃ المائدۃ: ۳

۴۸) النسفي، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد بن محمود حافظ الدین، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، دار الکلم الطیب، بیروت، الطبعۃ: الاولی، ۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م، ص:۱/۴۲۶

۴۹) سورۃ المائدۃ:۴۷

۵۰) صحیح بخاری، ص:۲/۱۳۳ رقم، ۱۵۲۱

۵۱) ملا القاري، علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح الناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ: الاولی، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲ رقم، ۲۵۰۷

۵۲) صحیح بخاری، ص:۱ /۱۹

۵۳) سورۃ الشعراء:۶۳

۵۴) سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، رقم، ۲۲۱۱

۵۵) سورۃ النازعات:۲۴

۵۶) سورۃ الاعراف:۱۷۹

۵۷) سورۃ البقرہ:۵۰

۵۸) سورۃ الشعراء:۵۹

۵۹) سورۃ المرسلات:۴

۶۰) سورۃ الاسراء:۱۰۶

۶۱) سورۃ التوبۃ:۶۲

۶۲) ابن الاثیر الجزری، النہایۃ في غریب الحدیث والاثر، تحقیق: طاہر أحمد الزاوی - محمود محمد الطناحی المکتبۃ العلمیۃ - بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹م، ص:۳/۴۳۷

۶۳) سورۃ آل عمران:۱۰۳

۶۴) سورۃ آل عمران:۱۰۵

٦٥) سورۃ الروم:٣٢

٦٦) سورۃ الحجرات:١٠

٦٧) سورۃ الحجرات:١٢٩

٦٨) سورۃ الانعام:١٥٣

٦٩) سورۃ الانعام:١٥٩

٧٠) سورۃ الروم:٣٢

٧١) سورۃ الشوری:١٣

٧٢) أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي، تفسير القرآن العظيم، المحقق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩، ص:٧/١٩٥

٧٣) سنن الترمذي، محمد بن عيسى، تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، الطبعة: الثانية، ١٣٩٥ ھ، ١٩٧٥ رقم:٢١٦٥

٧٤) أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري، المصنف، المحقق: حبيب الرحمن الاعظمي، المكتب الاسلامي، بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤٠٣ رقم:١٨٠٤١

٧٥) الفيروزآبادي، ابو طاهر محمد بن يعقوب، القاموس المحيط، تحقيق: مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان، الطبعة: الثامنة، ١٤٢٦ - ٢٠٠٥م، ص:١/٣٠٦

٧٦) سورۃ الروم:٤١

٧٧) صحیح بخاری، ص:١/٢٠

٧٨) سورۃ الانبیاء:٣٢

٧٩) سورۃ المؤمنون:٧١

٨٠) سورۃ البقرۃ:٢٥١

٨١) سنن الترمذی، رقم، ٢٦٣٠

* * * * * * * * * * * * * * * * * *